مطبوعات

"سب رس" کا یادِ رفتگاں نمبر حصہ ۲

ایڈیٹر پروفیسر حمید الدین شاہد - قیمت خاص نمبر ۳۰/- روپے - شائع کردہ: ایوانِ اردو ڈی/۳/۱۴۳ بلاک "بی" تیموریہ - نارتھ ناظم آباد - کراچی ۳۳

ماہنامہ "سب رس" عمر کے لحاظ سے خاصا بزرگ رسالہ ہے - ایڈیٹر کو دیکھیں تو نزاکتِ شعر کی تصویر، صحت کا عالم یہ ہے کہ جہانِ علالت کی دُور دُور تک سیاحت کی - مگر تنہا یہ شخص جس کے جسم سے اُس کی رُوح زیادہ قوی ہے، وقت کی ایسی پابندی سے رسالہ شائع کرتا ہے کہ شاید کئی بڑے بڑے ادارے اس ریت کو نہ نبھا سکیں - اور اب جو خاص نمبر سامنے ہے اُسے دیکھ کر تو خیال آتا ہے کہ شاید ایڈیٹر صاحب سے اُٹھ بھی نہ سکے - مگر بغیر کسی شور و غل کے اچانک جب یہ سامنے آیا تو سوچا کہ کہیں جنوں کا کوئی لشکر تو شاہد صاحب کے قابو میں نہیں - ۳۴،۳۲ خادمانِ ادب کا تذکرہ ہے ـــ کچھ مطبوعہ چیزیں ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ -

"سب رس" کا وجود ایک کاغذی محفل کی طرح ہے - حمید الدین شاہد بہت اچھے ادبی و شعری رجحانات رکھتے ہوئے بھی اپنی کاغذی محفل کے دروازے سب پر کُھلے رکھتے ہیں - نہ کسی سے لاگ، نہ لگاوٹ - اس محفل میں نہ وہ جتھہ بندی ہونے دیتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی شخصی تدبیریں چلنے دیتے ہیں - یادِ رفتگاں نمبر کو دیکھ کر ...... یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پچھلے تھوڑے سے عرصے میں کتنی بہت سی علمی و ادبی شخصیتیں ہم سے جدا ہو گئی ہیں - مولانا عبدالعزیز میمن سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تک اور جعفر طاہر سے جوش ملیح آبادی تک سبھی کا تذکرہ موجود ہے ـــ

"یادِ رفتگاں" حصہ سوم اپریل ۱۹۸۳ء میں شائع ہوگا -

مختلف نقطہ ہائے نظر کی علمی و ادبی شخصیتوں کا یہ مختصر سا عجائب گھر خواص و عوام سب سے خراجِ توجہ لینے کا مستحق ہے -

حقائق تحریک بالاکوٹ | مؤلف: شاہ حسین گردیزی : ناشر: مجلس اتحاد اسلامی ، اخوند مسجد کھارادر کراچی ۲ - قیمت درج نہیں -

ایک خاص گروہی نقطۂ نظر کے لوگ جو تحریک مجاہدین اور سید احمد شہید کے خلاف شدید نکتہ رکھتے ہیں، اُن کی ترجمانی اس مختصر کتاب میں انتہا پسندانہ اور کسی قدر مناظرانہ انداز میں کی گئی ہے -

اسی برصغیر میں اُٹھنے والی اور خاص پاکستانی علاقے میں تجلیاتِ جہاد دکھانے والی تحریک جہاد جس کا اثر بعد کی تمام اسلامی تحریکوں پر ہوا ہے ، اور جس کے اثرات تشکیلِ پاکستان میں بھی دخیل ہیں - اس کے خلاف یہ اوراق ایک شدید قسم کا تردیدی حملہ ہیں - تاریخ کے اسٹیج پر لاکھوں عوام کے سامنے آکر کام کرنے والی شخصیات کے خدوخال نہ صرف ہم عصروں پر واضح ہوتے ہیں بلکہ بعد کے ادوار میں بھی نمایاں رہتے ہیں - ایسی کسی بھی شخصیت اور اس کی برپا کردہ تحریک کا اوّلین صحیح تر انعکاس اُس کے ساتھ کام کرنے والوں پر پڑتا ہے - ایسے تمام لوگوں کی تحریریں اور تذکرے بہترین تاریخی ماخذ ہوتے ہیں اور بعد کے مؤرخ انہی کو اہمیت دیتے ہیں - مثلاً مولانا جعفر تھانیسری جن کی قربانیاں انتہا کو پہنچیں، ان کی شہادت اوّل درجہ رکھتی ہے - پھر یہ دیکھا جاتا ہے کہ اعلیٰ درجے کے ثقہ اصحاب نے کیا مؤرخانہ کام کیا ہے - مثلاً مولانا ابوالحسن علی ندوی ، مولانا مسعود عالم ندوی اور ان دونوں کے بعد جناب غلام رسول مہر نے حوالوں اور سندوں کے ساتھ ضخیم کتابیں لکھیں - ان سب کے بالمقابل کسی شخص کا مرزا حیرت دہلوی کو مدار فکر بنالینا جو نہ عالم دین تھے اور نہ بے لاگ محقق ، اس کے کیے ہوئے کام کو بے قیمت بنا دیتا ہے -

گردیزی صاحب کے چند ارشادات :-

— "اس تحریک بالاکوٹ کا قرآن و سنّت سے تو کوئی تعلق نہیں" (ص ۱۳)

— "جناب غلام رسول مہر .... دروغ نویسی سے بھی گریز نہیں کرتے" (ص ۱۴)

— "سید صاحب ...... قرآن حکیم کی چند سورتوں کے علاوہ ناظرہ قرآن بھی نہیں پڑھ سکتے تھے" (ص ۲۵)

— "جنہوں نے کریما کا پہلا مصرعہ کریما بہ بخشائے بر حالِ ما ، تین روز میں یاد کیا اور پھر بھی بھول جاتے" (ص ۲۵)

— "جنہیں تعلیم دینے سے شاہ عبدالعزیز عاجز آچکے تھے" (ص ۲۵)

— "سید صاحب کو بزرگی اور بڑائی کی ڈینگیں مارنے کا بہت شوق تھا" (ص ۳۰)
— " اگر آپ یوں کہہ لیں کہ دعوتِ طعام کے لیے در بدر پھرتے رہے تو بیجا نہ ہوگا" (ص ۴۰)
— " مگر حصول زر کے لیے مکہ مکرمہ جیسے مقام پر بھی کیمیا گری کرتے رہے" (ص - ۶۱)
— " انہیں سے معلوم ہوا کہ لوگ عام طور پر سید صاحب کو انگریزوں کا جاسوس سمجھتے ہیں[1]" (ص ۶۵)
— " متذکرہ عبارت پر مؤلف کا نوٹ ہے کہ " آخر عام لوگوں میں جو شہرت ہوئی تو اس کی کوئی بنیاد ضرور رہے" (ص ۶۵)
— (جنگ شیدو کے زیر عنوان) " ۳۰، ۳۵ ہزار سکھوں کے مقابلے سے ایک لاکھ اصحابِ نیل میدانِ جنگ سے ایسے بھاگے کہ ایک دوسرے کو روندے چلے جا رہے تھے" (ص ۹۱)
— (مجاہدین کے متعلق) " وہ دنیا پرست تھے، علماء سُود تھے" - (ص ۱۲۳)
— " سید صاحب اور وہابی مجاہدین کی مخالفت کا سبب وہابیانہ عقائد اور قاضیوں کی بدکرداری تھی" (ص ۱۲۶)
— " سید صاحب سکھوں کی شکست سے اتنے خوش نہ ہوتے تھے جتنے مسلمانوں کی شکست سے مسرور ہوتے" (ص ۱۳۴)

پوری کتاب تو نقل نہیں کی جا سکتی، بس ان چند شگوفوں سے پوری بہارِ گلستان کا تصور کیا جا سکتا ہے"۔
اس کتاب کے شرف کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اس کے پانچ تقریظ نگاروں میں اوّل نام جناب پیر محمد کرم شاہ الازہری سجادہ نشین بھیرہ شریف کا ہے۔

بیسویں صدی کی اسلامی تحریکیں از استاد شہید آیت اللہ مرتضیٰ مطہری - ترجمہ ڈاکٹر ناصر حسین نقوی - ناشر: انتشارات مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان - بہ تعاون رائیزنی سفارت جمہوری اسلامی ایران - راولپنڈی (غالباً برائے مفت تقسیم)۔

---

[1] ظاہر ہے کہ آج تک جتنی بھی بڑی تحریکیں دین کے لیے اٹھی ہیں، ان کے خلاف اسی طرح کے شبہات پھیلائے جاتے رہے ہیں - (مدیر)

کتاب کا عنوان اجتماعیات، خصوصاً اسلامی تحریکات کے شائقین کی توجہ کو کھینچتا ہے۔ مگر یہ مختصر کتاب نہ تو موضوع سے متعلق جامع تاریخ ہے اور نہ تحقیق کے معیار پہ پوری اُترتی ہے۔

اوّل تو تحریکوں کو شیعہ اور سنّی میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور سنّی معاشرے کی ہیئت کے خلاف دبے دبے ریمارکس ہیں شیعہ معاشرے اور مسلک کے لیے اظہارِ تفاخر ہے۔

پھر بیسویں صدی کی تحریکوں میں سیّد جمال الدین (جنہیں بطور شیعہ پیش کیا گیا ہے) کی تحریک اور شیخ محمد عبدہٗ اور کواکبی کا ذکر ہے، اور اقبال کے خیالات کی جھلک سامنے آتی ہے۔ باقی عرب دُنیا کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ اسلامی تحریکوں کی کمی ہے، کیونکہ عربوں کا رجحان وہابیت کی طرف ہے۔ پھر شیعوں کی تحریکوں کا ذکر شروع کر کے اصل زور ایران کی اسلامی تحریک پر دیا گیا ہے، جس کے اثر سے حالیہ انقلاب واقع ہوا۔ اس حصّے میں پھر سارا زور اس پہ ہے کہ یہ کامیابی اس لیے ہوئی کہ یہ شیعہ انقلاب شیعہ معاشرے میں واقع ہوا۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس کتاب میں نہ برصغیر کی تحریک جہاد کا ذکر ہے، نہ مصر و عرب کی تحریک اخوان المسلمون کا کوئی بیان اور نہ جماعتِ اسلامی پاکستان کا کوئی حوالہ۔

اس قسم کی کتابیں علم و تحقیق کی سطح پہ جگہ نہیں پا سکتیں، ذرا ادنیٰ قسم کے پروپیگنڈہ لٹریچر میں شمار ہوتی ہیں۔

شہداء کربلا پر افتراء از مولانا محمد عبدالرشید نعمانی۔ ناشر: مکتبہ اہلِ سنت والجماعت کراچی ۱۹
صفحات: ۱۰۱ قیمت: ۷/- روپے

خدا کی توحید کے بعد، دورِ نبوت کی جماعت صحابہ کی وحدت بھی (محمدٌ رسول اللّٰہ والذین معہٗ) ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے جس کو جملہ اہلِ صلاح و فلاح نے تسلیم کیا ہے اور اس وحدت کو تسلیم کرنے پر نہ صرف قانونِ الٰہی کی صحیح تفہیم و تنفیذ کا دارومدار ہے، بلکہ اس تصوّر کے بغیر وحدتِ اُمت قائم ہی نہیں ہو سکتی۔ تفریق بین الصحابہ کا لازمی نتیجہ تفرقہ ہے اور اہلِ تفرقہ کی یہ خاص ضرورت ہے کہ وہ تفریق بین الصحابہ کی راہیں نکالیں بلکہ صحابہ کے بعض افراد

اور گروہوں کو ہدفِ عناد بنائیں۔ یہی روش سبائیوں، رافضیوں اور ناصبیوں کی ہے۔

نعمانی صاحب کے رسالے کو دیکھ کر یہ خطرناک صورت سامنے آتی کہ رافضیت سے تو خیر چارہ نہیں، ناصبیت جو مٹ چکی تھی اب اس کا پاکستان میں پُرزور طریق سے احیا ہو رہا ہے، جو کام محمود عباسی صاحب نے شروع کیا تھا اُسے ڈاکٹر احمد حسین کمال حدِ کمال تک پہنچانے کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔ ایک کمال بنگلہ دیش کے حصے میں ہے، دوسرا پاکستان کے حصے میں۔ دونوں نے اپنے اپنے انداز پر بڑے کمالات کیے ہیں۔ محمود عباسی صاحب نے تو واقعۂ کربلا کو یہ شکل دی تھی کہ امام حسینؓ چونکہ یزید کی جائز شرعی اور شورائی حکومت کے خلاف باغی بن کر اُٹھے تھے لہٰذا جائز طور پر اُن کی سرکوبی کی گئی۔ مگر ڈاکٹر کمال نے تو اسے ہی تماشا بنا دیا۔ ان کی تحقیق انیق یہ ہے کہ امام حسینؓ کو کوفی گھیرے ہوئے تھے۔ اور یزید کے افسران فوج لے کر اُن کی حفاظت کے لیے پہنچے تھے۔ مگر دس محرم کو یکایک کوفیوں نے امام حسینؓ پر حملہ کر دیا اور وہ تباہی واقع ہوئی جس کا الزام یزید کی حکومت کے سر لگایا جاتا ہے۔ یزید کی فوج نے بعد میں ان تمام کوفیوں کو ختم کیا اور بعض کی نعشیں عبرت کے لیے پامال کیں اور خانوادۂ حسین کی خواتین کو حفاظت میں لے کر شاہی مہمان خانے تک پہنچایا۔

اب فرمائیے!

اگر تاریخی تحقیق نام ہے، تاریخ کو نئی شکل دینے کا تو پھر داستانِ موسیٰ و فرعون اور قصۂ ابراہیمؑ و نمرود کو بھی ذوقِ ابداع و ایجاد کا تختۂ مشق بنا کر متعلقہ مسائل و تصورات کا رُخ بدلا جاسکتا ہے۔

مولینا نعمانی نے خاص تفصیل سے ڈاکٹر کمال صاحب کے کمالات کو بیان کیا ہے اور مقابلے میں صحیح تاریخی حوالے رکھے ہیں۔ صحابہ کرام کی عزت و حرمت کا تحفظ کیا ہے۔

اس رسالے کو پڑھ کر ایک سبق یہ ملتا ہے کہ امیر معاویہ جس طرح کی شوریٰ منعقد کرتے ہیں اور جس طرح اس سے فیصلہ حاصل کرتے ہیں اور جس کی بنا پر کہنے والے کہتے ہیں کہ یزید کی حکومت شوریٰ پر مبنی تھی، دراصل نظامِ شوریٰ کا غلط تصور ہے جس پر حریف کا استدلال مبنی ہے۔ شوریٰ اِس

(باقی برصفحہ ۵۶)

ہی کریں گے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ انہیں تاحال الگ نہیں کیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ ان کی خدمات کا سلسلہ مستقلاً جاری رہے۔ ساتھ ہی ایک واقعہ یہ ہوا کہ اگرچہ نظامِ حکومت کے متعلق کونسل کی رپورٹ سرکاری طور پر شائع نہیں ہوئی، مگر کسی نہ کسی طرح اس کی تلخیص پریس میں آگئی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ حکومت پوری رپورٹ کو اشاعت میں لے آئے۔ اِن نوید بد حقائق کا ذکر کر دینا ہمارا اخلاقی فرض تھا۔

(بقیہ مطبوعات)

کو نہیں کہتے کہ اپنی مرضی اور پسند کے افراد جمع کر لیے جائیں اور اختلاف کی جرأت کرنے والوں کو چھوڑ دیا جائے اور پھر اہلِ شوریٰ سے کسی بھی فیصلے پر انگوٹھا لگوا لیا جائے۔ یا اُن کی باتوں میں سے جو بات اپنے مطلب کی ہو وہ لے لی جائے۔ اور بقیہ سب کچھ چھوڑ دیا جائے۔ اس غلط تصور شوریٰ کو لے کر چلیں گے تو طرح طرح کے اشکال پیدا ہوتے رہیں گے۔ صحیح تصورِ شوریٰ یہ ہے کہ ایسے اہل نظر اور اصحاب وجوہ جنہیں معاشرے میں وقار و اعتماد حاصل ہو مجلس شوریٰ میں شامل ہونے چاہئیں اور اُن کی آراء اور بحثوں کے ماحصل پر فیصلے مبنی ہونے چاہئیں۔

مجھے بھی مؤلف کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ شاید کوئی اسلام دشمن تحریک مسلمانوں میں اس طرح کے خوفناک جھگڑوں کو پھیلا کر اُن میں اپنے مفاد کے لیے تصادم کی نئی رَو شروع کرانا چاہتی ہو۔ افسوسناک اطلاع وہ یہ دیتے ہیں کہ یہ جھگڑے اب دینی مدارس تک بھی جا پہنچے ہیں۔ رسالہ دینی مزاج کے اصحاب کے لیے زیادہ مفید ہے، مگر عام نوجوانوں کی افہام و تفہیم کے لیے تجزیۂ مسائل اور اندازِ بیان ذرا مختلف طرز کا ہونا چاہیے۔